افتاء کا موجودہ نظام اور عصر حاضر کے تقاضے

مولانا یحییٰ نعمانی

کسی مفتی کا کام دنیا کے سیکولر مروجہ قوانین کے ماہر کی طرح صرف قانون کی دفعات بتا دینا نہیں ہوتا، بلکہ فتویٰ دراصل دینی رہنمائی کے نظام کا نام ہے جس کا کام صرف قانون کی تشریح نہیں، بلکہ اپنے زمانے میں دینی رہنمائی کے نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھئے تو مفتی کا کردار اگر ایک طرف کتاب وسنت اور دین کے حقائق کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف س کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی صورت حال خصوصاً دینی صورت حال کے تمام پہلوؤں یعنی عقل ونظر کی کجی وگم راہی، اسلام کے سامنے درپیش چیلنجز، اسلامی شریعت پر وارد ہونے والے اعتراضات، معاشرتی ومعاشی نظام کی تبدیلیوں اور زمانے کی رفتار کے ساتھ انسانوں کے مزاج وشعور میں پیدا ہونے والے تغیر کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کی ایسی ترجمانی بلکہ وکالت وحمایت کرے جس سے شریعت، حق وعدل دونوں کے بلند ترین درجے پر قائم نظر آئے۔ ذیل میں اس سلسلے میں چند ضروری اور قابل لحاظ امور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(ا)......اس سلسلے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ شریعت انسانوں کے بنائے ہوئے مادی زندگی کے قوانین کا مجموعہ نہیں، انسانی قوانین کی تشریح محض عقل وذہانت اور دفعات اور نظیروں کے داؤ پیچ سے کی جاسکتی ہے، لیکن اسلامی شریعت کا فہم ایک مخصوص ذوق وفکر اور خاص مزاج وطبیعت کے بغیر ممکن نہیں، اس کا فہم وبصیرت صرف عقل وعلم سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لئے اس مزاج وذوق بلکہ قلبی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قرآن نے دینی رہنمائی اور فتویٰ کے لئے ایک لازمی صفت ''ربانیت'' کہا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون﴾......یعنی تم چونکہ اللہ کی کتاب پڑھاتے ہو اور دین پڑھتے ہو، اس لئے ربانی بن جاؤ۔

علمائے کرام کے سامنے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں، صرف اشارے کافی ہیں، یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ

دین صرف عقل اور مادی دنیا کے ظاہری مصالح پر مبنی نہیں ہے، اس کی منزل تک رسائی کے لئے صرف مصالح دنیا کی رعایت اور عقل کی روشنی کافی نہیں، بلکہ اس راہ میں ہم روحانی روشنی اور قلبی بصیرت کے بغیر نہیں چل سکتے، یہ شریعت کے تکوینی عناصر اور مزاج وطبیعت کا تقاضا ہے، اس کو نظر انداز کر کے ہم شریعت کا علم نہیں حاصل کر سکتے۔ قرآن نے صاف صراحت کی ہے کہ اس کے لئے ہمیں براہ راست اللہ تعالیٰ کی خاص رہنمائی اور مدد کی ضرورت ہوگی اور جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خصوصی فیض حاصل نہیں ہوگا، وہ پورے طور پر اس بصیرت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ سورۂ رعد میں کچھ لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو مخصوص ہدایت بلکہ ہدایت یابی کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے، ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ انابت اور اللہ کی یاد سے اُنس واطمینان کی قلبی کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد ان ''من اناب'' کے مصداق لوگوں کی نشانی اور علامت یہ بتائی ﴿الذین آمنو وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾

اصل بات یہ ہے کہ اس دین کے مخصوص ایمانی مزاج کے عناصر میں دیگر چیزوں کے ساتھ کچھ خاص کیفیات اور باطنی حالات کا خمیر ایک خاص مقام رکھتا ہے اور دینی مزاج وبصیرت پیدا کرنے میں ان کیفیات کا خاص حصہ ہے، قرآن اور سنت نبوی میں اس طرف واضح اور صریح اشارے آئے ہیں کہ اس دین وشریعت کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو شرح صدر کی ایک خاص کیفیت اور قلبی اطمینان ویقین کا ایک خاص درجہ عطا فرمایا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ربانی نور ہوتا ہے اور اس کا خاص سرچشمہ ذکر اللہ ہے۔ ﴿افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ﴾ (الزمر: ۳۹)

یعنی ''کیا وہ جس کے سینے کو اللہ اسلام (کی بصیرت) کے لئے کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی اور نور پر ہو اور وہ جو دل کے سخت ہوں (فہم وبصیرت میں) برابر ہو سکتے ہیں، بربادی ہو ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی یاد سے بیگانے ہو کر دل کے سخت ہو گئے ہیں۔''

اہل علم اگر آیت میں غور کریں گے تو اس میں یہ اشارہ بھی پائیں گے کہ ذکر اللہ سے بیگانگی اور عدم مناسبت ایک ایسی قلبی قساوت کا سبب بنتی ہے جو بصیرت کا حجاب بن جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے شرح صدر کی نعمت سے محروم اور نور الٰہی سے بے بہرہ لوگوں کی اس محرومی ونارسیدگی کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ ''القاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ'' ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ نئے مسائل میں ہم کیا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو اجتماعی اجتہاد کے لئے ہمارا خاص رہنما ہے، فرمایا: ''تشاوروافیھاالفقھا والعابدین۔'' (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۱۶۱۸)......یعنی تم ایسے معاملات میں فقہاء اور عبادت گزاروں سے مشورہ کرنا۔

فقہ وفتویٰ کے لئے احکام کے مدارج اور دین کے نظام ترجیحات کی معرفت وبصیرت ضروری ہے۔ مذکورہ نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر وعبادت اور تعلق مع اللہ کی کیفیات کا اسلامی شریعت کے مزاج ومذاق اور اس کی روح کی بصیرت میں

کچھ خاص دخل ہے، جب تک ذہن وذوق خاص رنگ سے جو کہ صبغۃ اللہ ہے، رنگ نہ جائیں، صحیح دینی بصیرت حاصل ہونا مشکل ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ شریعت اور احکام دین کی یہ بصیرت وحکمت خالص ذہانت اور علم وعقل سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا قلب ونظر پر انکشاف ہوتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:﴿انا انزلنا الیك الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله﴾

نصوص کے بعد بھی کوئی چیز ہے جس کو "اراک اللہ" سے تعبیر کیا جارہا ہے اور یہ وہی ذوق وجدان ہے جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام اکبر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین" ......یعنی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں خیر کا فیصلہ کرتا ہے، اس کو اپنی جناب سے دین کی سمجھ اور فقہ سے نوازتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی امتوں کے صاحب الہام والقاء حضرات کا تذکرہ کر کے امت مسلمہ میں ان کے وجود کی خبر دی ہے:"ان فیمن کان قبلکم أناس محدثون۔"

(۲)......حضرات گرامی! حالات حاضرہ اور معاصر صورت حال کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ ہمارے دینی رہنمائی کے نظام کے لئے ضروری ہے۔ ہم اور آپ جس زمانے میں ہیں، اس میں کفر براہ راست اہل ایمان سے اطاعت کا مطالبہ کررہا ہے۔ قرآن نے غلبۂ کفر کے زمانے میں اس کے جن چیلنجز کے بارے میں﴿یصدون عن سبیل الله ویبغونها عوجاً﴾ کہا تھا، وہ دونوں اس وقت وسیع ترین پیمانے پر موجود ہیں۔ "صدعن سبیل الله" کی کوششوں کے وہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں جن کو قرآن نے "ویبغونها عوجاً" سے تعبیر کیا ہے، صدرِ اسلام سے بھی زیادہ فتنہ زہیں، پروپیگنڈے کے شور نے اچھے اچھوں کو حواس باختہ کردیا ہے۔

ہم اسلام کے عقائد وافکار، نظام اخلاق ومعاشرت اور شریعت کے خلاف جس پروپیگنڈے کے طوفان کا مقابلہ کررہے ہیں اور جس نے کار فتویٰ کو نہایت نازک بنادیا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ مستحضر رکھنا چاہئے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کے مخالفین کے ساتھ شیاطین کی مدد ہوتی ہے، وہی ان کے اولیاء ہوتے ہیں جو ان کو باقاعدہ دین وشریعت کے خلاف دلیلیں سجھاتے اور پروپیگنڈے اور اتہامات کے ہتھکنڈے بتاتے ہیں، تاکہ وہ مناظروں، مباحثوں اور پروپیگنڈوں کے ذریعے سرمایۂ یقین وایمان پر ڈاکے ڈالیں۔

ارشاد ہے:﴿وان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائهم لیجادلوکم وان اطعتموهم انکم لمشرکون﴾ ......اور شیاطین اپنے چیلوں کو دلیلیں اور حربے سجھاتے ہیں، تاکہ وہ تم سے بحثیں کریں اور اگر تم نے ان کی مانی تو تم مشرک ہوجاؤ گے۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کے احکام پر اعتراضات اور الزامات کا زبردست سور اٹھا، اس پروپیگنڈے کی آندھی میں، جیسا کہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے، اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا گئے، بلکہ خود

قرآن نے کہا تھا:......﴿وفیکم سماعون لھم﴾ اس موقع پر سورۂ احزاب اتری اور اس میں واشگاف انداز میں ہدایت دی گئی کہ اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا۔ ﴿یا ایھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین﴾ یہاں حق و باطل کی کشمکش کی تاریخ کا ہمیں یہ ایک اہم اصول بتایا گیا ہے کہ اسلام، رسول اسلام اور شریعت اسلام پر اعتراضات اور ان کے خلاف اس بدنام کن مہم میں منافقین کے لشکر، کفار کی فوج کی مدد کرتے ہیں اور اہل ایمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی کفر سے مطیعانہ صلح کرلیں۔ ﴿ودوالو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءً فلا تتخذوا منھم اولیاء﴾ وہ امت کی صفوں میں کفر کے ایجنٹ اور ہم نوا ہوتے ہیں۔ آگے سورۂ احزاب میں اسی سلسلہ بیان میں انبیاء اور ان کے اہل حق وارثوں کی صفت یوں بیان کی کہ: ﴿الذین یبلغون رسالات الله و یخشونه ولا یخشون احدا الا الله﴾ جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس وقت فتویٰ کے نظام کو اسی اصول پر قائم رہنا اور بلا خوف لومۃ لائم شریعت کی بے کم وکاست ترجمانی کرکے وراثت نبوت کی جانشینی کا حق ادا کرنا ہے۔

اس چیلنج کے ساتھ ایک اور امتحان طمع کی عشوہ گری کا بھی ہے، ائمہ کفر ترہیب کے ساتھ ترغیب کے ہتھیار بھی استعمال کررہے ہیں اور اس بڑے پیمانے پر کررہے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ اس کثیر یکجہتی چیلنج نے استقامت وثبات کو مشکل بنادیا ہے۔

موجودہ دور میں افتاء کے سامنے یہ امتحان ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ربا کی حلت ہو یا مرد وزن کا اختلاط، تعدد ازدواج کی حرمت ہو یا جہاد کی منسوخی ہر طرح کے فتوے بازار میں حاضر ہیں، مشکلات بھری اس راہ پر ثبات واستقامت کی قوت کا خزانہ صرف تعلق مع اللہ اور توکل وعزیمت میں ہے، عہد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے، جب اس طرح کے چیلنج بہت بڑھ گئے تھے اور ان کو عزیمت وہمت کے ساتھ راہ حق پر جمنے کے یہ احکام دیئے گئے ﴿فاستقم کما امرت و من تاب معك ولا تطغوا انه بما تعملون بصیر ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ ......یعنی اے رسول تم اور تم پر ایمان لانے والے راہ حق پر اس طرح جم جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اور ذرا انحراف نہ کرنا، اللہ تمہارے طرز عمل کو خوب دیکھنے والا ہے اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا، ورنہ جہنم کی آگ پکڑ لے گی۔

اسی کے ساتھ فوراً یہ بتادیا گیا کہ اس راہ پر جمنے کے لئے جس جمعیت باطنی اور حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے، اس کا سرچشمہ عبادت وتعلق مع اللہ یعنی اقامت صلاۃ ہے: ﴿واقم الصلاة طرفی النهار وزلفاً من اللیل﴾

عصر حاضر کا یہ چیلنج بڑا سخت ہے، کفر کے اس چیلنج کے سامنے ہمارے دینی رہنمائی کے نظام میں اگر صبر وعزیمت کی یہ طاقت نہ ہوئی تو یہ سربلند مینار بھی خدانخواستہ اسی طرح کفر کی پابوسی کرے گا، جس طرح مشرق کی دیگر تہذیبوں، مذاہب اور اخلاقی نظاموں نے کی ہے۔

(۳)......جیسا کہ اوپر کی سطروں میں اشارہ آچکا ہے، ہمارا یہ زمانہ غلبۂ اسلام کی صدیوں سے اس لحاظ سے بالکل مختلف

ہے کہ مغرب کے فکری وتہذیبی غلبے نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عقلوں پر نہایت گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، مغرب نے پوری دنیا میں نئی عقلیت پیدا کردی ہے، ساری دنیا میں ذہن وفکر کے سانچے ہی بدل گئے ہیں، پہلے جو باتیں بغیر کسی تردد کے قابل قبول تھیں، آج مشکوک بنی ہوئی ہیں، اس تبدیلی نے فتوے اور دینی رہنمائی کے ہمارے پورے نظام کے سامنے نئے چیلنج رکھے ہیں، آج کے مفتی کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف ناقل فتویٰ نہ ہو، بلکہ وہ اسلام کے وکیل کا کردار بھی ادا کرے، خاص طور پر معاشرت اور معاملات کے احکام کے بارے میں ایسی بصیرت کا حامل ہو کہ وہ انکو حق وعدل کی کامل تصویر ثابت کر سکے۔

نئی ذہنیت نے اسلام کے معاشرتی اور معاملاتی احکام کے بارے میں یہ سنجیدہ شبہے پیدا کردیئے ہیں کہ وہ (کم از کم موجودہ زمانے میں) حق وعدل کے نگہبان اور انسانی زندگی کو صلاح وفلاح کی طرف لے جانے والے نہیں رہے ہیں، وہ ترقی میں رکاوٹ ہی نہیں، بلکہ بے اعتدالی اور مختلف طبقات کی مظلومیت کا باعث ہیں، اس دور میں فتویٰ اور دینی رہنمائی کے نظام کو اس چیلنج کو قبول کرنا ہی ہوگا اور دین کی ایسی حکیمانہ ترجمانی کرنی ہوگی جس سے وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ مبنی برحق اور انسانی فلاح ورشد کا حامل نظام ثابت ہو۔ اس دور کا مفتی بھی اگر نرا ناقل فتویٰ ہوگا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بقول بہت سوں کے لئے ایمان کی آزمائش اور گمراہ کن بنے گا، انہوں نے فرمایا تھا: ''ما أنت بمحدث قوما حديثا لاتبلغه عقولهم الا كان لبعضهم فتنة'' (مقدمہ صحیح مسلم)۔ یعنی ''تم اگر لوگوں کو ایسی باتیں بتاؤ گے جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں تو تم کچھ لوگوں کے لئے ایمان کی آزمائش کا سبب بن جاؤ گے۔''

جدید دور کی عقلیت اور ذہن وفکر کے اس نئے مغرب زدہ سانچے کو سمجھنے کے لئے ہمیں باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ خاص طور پر اخلاقیات (Ethics) سماجیات (Sociology) سیاسیات اور معاشیات میں مغربی فکر وفلسفے کی بنیادوں کو سمجھنا ہوگا اور اس مطالعے کیلئے ایک نصاب تیار کرنا ضروری ہے جو ان میدانوں میں زمانے کی سوچ سے واقف کرا سکے۔

اس کا آسان عملی طریقہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے کسی بھی پہلو، مثلاً اخلاق، معاشرت، نفسیات، اقتصادیات، سیاسیات، بین الاقوامی تعلقات وغیرہ سے متعلق شریعت کے احکام کے مطالعے سے پہلے ان پہلوؤں سے متعلق انسانی افکار کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ ایک مفتی وعالم کو یہ معلوم ہو کہ انسانی زندگی کے ان اہم شعبوں اور نظاموں کے بنیادی مسائل کیا ہیں اور ان کے بارے میں اسلام اور دوسرے حریف مکاتب فکر کا موقف کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سامنے زمانے کی سوچ کا ایک خاکہ سامنے آجائے گا اور ہم دین وشریعت کی ترجمانی ہوائی انداز میں اور مخاطب کے اشکالات وتحفظات سے بے خبر ہو کر نہیں کریں گے، بلکہ جس زمانے میں اور جس نسل ومعاشرے کو مخاطب بنا رہے ہیں، اس کے ذہن ومزاج کی تہہ میں موجود افکار اور نفسیات سے واقف ہو کر کریں گے۔ جب اسلامی شریعت سے ذرا گہری واقفیت رکھنے والا ان میدانوں میں مغرب کے افکار کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ حیران کن منظر اس کے سامنے آتا ہے ''ومن لم يجعل الله له نورا فماله من نور'' کے مصداق دنیا کے بڑے بڑے مفکر، جن کے نام پر یونیورسٹیوں میں سر دھنے جاتے ہیں، بونے اور کم سمجھ نظر آتے ہیں۔

یقیناً اسی اور صرف اسی راستے سے ہمارے نوجوان اہل فتویٰ موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی اطمینان بخش ترجمانی کے قابل ہوسکیں گے، زمانے کی نفسیات سے واقفیت اور اس میں رائج طرز استدلال پر دلالت کا یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے، اس کے لئے زمانے کے اعلیٰ لٹریچر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، الحمدللہ ہم ایسے دور میں ہیں جب اسلامی شریعت اور مغربی تہذیب وقوانین کے موازنے پر اچھا لٹریچر عرب اور برصغیر کے علماء نے تیار کردیا ہے، اس لٹریچر نے عقلی اور علمی انداز میں اسلام کی برتری ثابت کی ہے اور اسلامی شریعت کی حکمت پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

مگر افسوس! صد افسوس! ہمارا افتا کا موجودہ نظام اس روشنی سے دامن کشیدہ ہے، نہ صرف نظام افتاء کیلئے بلکہ پورے دینی تعلیمی نظام کے لئے اس موضوع پر نصاب تیار کرانے کی ضرورت ہے، خاص طور پر مغربی فکر کے وہ میدان جو ہماری فقہ وشریعت کے خاص موضوعات ہیں، یعنی نفسیات، اخلاقیات، سماجیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے انسانی ومعاشرتی علوم، ان کا تو اچھا خاصا تعارفی مطالعہ باقاعدہ نصاب کا جزو ہونا چاہئے، ان موضوعات پر مغربی مفکرین کے نتائج فکر پر تنقید اور اسلامی شریعت سے ان کے موازنے پر مشتمل ماہرین کے لیکچرز تمہیدی تعارف کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔

(۴)......اسلام کے مقابلے میں جدید دور کی جاہلیت کہاں کھڑی ہے، اس کا بہترین پیمانہ خود اس تہذیب کے نتائج ہیں، سیاسیات، معاشیات اور سماجی میدان میں مغربی طرز زندگی اور مغربی ماڈل نے جو نتائج پیدا کئے ہیں، اس کے لئے قرآن کی اصطلاح ''فساد فی الارض'' سے بہتر کوئی اصطلاح نہیں ہوسکتی، اس نے اگر سماجی میدان میں انسان سے انسانی سماجی شعور چھین لیا اور اس کو خود غرض انفرادیت میں مبتلا کردیا اور سماج کی بنیادی اکائی خاندان ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا تو سیاسیات کو اس نے کشمکش اقتدار کا دوسرا نام قرار دیا اور اخلاقیات سے عاری کرکے درندہ اور خون آشام بنادیا ہے۔ معاشیات تو اس فساد آدمیت کا شاہکار ہے، اس میدان میں تو مغرب ایسا ننگا ہوا ہے کہ خود اس کے لوگ اس پر تھوک رہے ہیں، دولت پر تھوڑے سے عیاشوں اور گھوٹالے بازوں کا قبضہ ہے اور باقی انسانیت ان کی ننگی بھوکی غلام۔

موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی بہترین ترجمانی کے لئے ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور اس کے زیر تربیت قائم نظام ہائے کفر کی اس حقیقی تصویر کو سامنے لایا جائے جس پر کارپوریٹ دنیا کے زرخرید میڈیا کے ذریعے پردہ ڈال دیا گیا ہے، لیکن اس حقیقی تصویر کی کچھ نہ کچھ حقیقی جھلک معاشرتی اور معاشی تجزیوں اور اعداد وشمار پر مبنی رپورٹوں میں آجاتی ہیں، جن میں خاص طور پر مغربی اور جدید دنیا کی سماجی، نفسیاتی، سیاسی اور معاشی صورت حال پر روشنی ڈالی جاتی ہے، یہ تجزیے اور رپورٹس حیران کن حد تک مغربی طرز تہذیب کے افلاس وفساد کا نمونہ دکھاتی ہیں۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے کسب معاش کے لئے گھر سے باہر کی موجودہ تیز رفتار وہجوم خیز دنیا میں شرکت سے متعلق ایک متوازن فتویٰ دیا گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ بے ضرورت ایسا نہ کیا جائے اور پھر بھی اختلاط مرد وزن سے اجتناب شرط ہے، بس کیا تھا میڈیا اور کفار ومنافقین کے لشکر دوڑ

پڑے، اگر اس طرح کے فتووٰں کے ساتھ ذرا موجودہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ مارکیٹ میں کیا ہورہا ہے اور عورتوں کے معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے کیا اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی نتائج مشرق ومغرب میں رونما ہورہے ہیں، اس کا بھی مختصر سا تذکرہ ہوجایا کرے تو بے حد اطمینان کا باعث ہو اور اسلام کے ترجمان مفتیوں کے بارے میں یقیناً یہ تاثر قائم ہو کہ یہ گروہ رجعیت پسند اور گھسے پٹے نظریات کے پجاریوں کا نہیں، بلکہ انسانی فلاح کے نہایت بنیادی اور اہم اصولوں کے داعیوں کا ہے، مثلاً ابھی دہلی کی ایک غیر سرکاری تنظیم Centre of Transforming (C.F.T.I.) India نے ملک کے ۶ بڑے شہروں کی اطلاعاتی ٹیکنالوجی (I.T) سے متعلق شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ کی جانے والی جنسی زیادتیوں کے بارے میں ایک سروے کیا۔ "Workplace Sexual Harassment Survey" کے عنوان سے مرتب اپنی رپورٹ میں اس تنظیم نے یہ چونکا دینے والا انکشاف کیا کہ ان شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کی اکثریت یعنی ۸۸ فی صد (88%) کو تلاش معاش کی جدوجہد کے دوران جنسی زیادتیوں (Sexual Harassment) کا سامنا کرنا پڑا، اس رپورٹ سے متعلق ایک نہایت مختصر سی خبر ہندوستان ٹائمز کے ۴ نومبر کے دہلی ایڈیشن کے پہلے صفحے پر شائع ہوئی۔ راقم سطور نے اس تنظیم کے ذمہ دار ''مسٹر پنکج شرما'' سے مفصل رپورٹ مانگی تو اس میں یہ لرزا دینے والی صورت حال بھی بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ۹۱ فیصد کی اکثریت نے اس کی کہیں شکایت نہیں کی ہے اور پچاس فیصد عورتیں تو اس کو پیشہ وارانہ زندگی (Professional Life) کا لازمی حصہ مان کر اس پر راضی ہیں۔ اب کون عقل سلیم والا یہ جرأت لائے گا کہ اس فتوے کو نامعقول کہے، اس رپورٹ کا کچھ حصہ تنظیم کی ویب سائٹ www.cfti.ngo.com پر بھی دستیاب ہے۔

یہ تو عورتوں کے معاشی جدوجہد میں مردوں کے ساتھ حصہ لینے کا بس ایک پہلو ہے، اس کے دیگر اخلاقی اور معاشرتی نتائج مثلاً طلاقوں کی کثرت اور بچوں کی بیچارگی اس پر مستزاد ہیں اور ہر پہلو سے متعلق تفصیلی جائزے اور اعداد وشمار ہر کوشش کرنے والے کی دسترس میں ہیں، ہمارے افتا کے نظام میں ان چیزوں سے براہ راست واقفیت کے امکانات پیدا کئے جانے چاہئیں، تاکہ دینی رہنمائی کا یہ نظام عصر حاضر کے لئے پورا معنی خیز کردار ادا کرسکے، علماء کرام اور ارباب فکر سے، میں ذرا جرأت سے کام لے کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی علمی تربیت کا جو اصل راستہ ہے، وہ شاید ہمارے لئے نامانوس اور لمبا محسوس ہوتا ہے، مگر میں آپ سے دست بستہ لیکن صراحت سے عرض کروں گا کہ اس کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے اور نہ بے دلی سے کی جانے والی کسی سرسری کوشش سے وہ طے ہوسکتا ہے۔

(۵)...... زمانے کا ارتقا اور معاشرتی ومعاشی تبدیلیاں لگاتار جاری رہتی ہیں، ہم آپ جس دور میں ہیں، یہ برق رفتار اور بڑی تبدیلیوں کا زمانہ ہے، فساد انسانیت کا عجیب حال ہے، جو حکم شرعی میں اپنا اثر رکھتا ہے، نئے وسائل کی ایجاد اور نئے تمدن نے زندگی کے اطوار بدل ڈالے ہیں، فقہاء نے لکھا ہے: ''من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو

جاھل ''دینی رہنمائی اور افتا کے نظام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لگاتار ان تبدیلیوں پر اور فتاویٰ کی دنیا پر موازناتی نظر رکھے اور اس کو دیکھتا پرکھتا رہے کہ فتویٰ اور حکم فقہی، عدل اور حکمت ومصلحت کے تقاضوں کو پورا کررہے ہیں یا نہیں اور اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ماضی کے اجتہادی حکم سے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہورہے بلکہ معاشرتی تبدیلیوں اور معروضی حالات میں اس کے الٹے نتائج پیدا ہورہے ہیں تو سلف کے موروث اجتہادی فریم ورک میں رہتے ہوئے فتوے کی تبدیلی کی ضرورت ہوگی، خصوصاً اگر مذاہب اربعہ کے دائرے میں وہ فتویٰ بآسانی ملتا ہے جو عدل ومصلحت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اس کے اختیار کرنے میں تردد اور تاخیر ہمارے نظام فتویٰ کو بدنام کرنے کا سبب بنے گی، حافظ ابن القیمؒ نے اصول افتاء وادب مفتی پر اپنی شاہکار کتاب ''اعلام الموقعین'' میں حالات اور زمانے کے بدلنے سے فتوے کی تبدیلی کے موضوع پر ایک خاص باب ''فصل فی تغیر الفتویٰ واختلافها بحسب تغیر الأزمنة والأ مکنة والأ حوال والنیات والعوائد'' کے نام سے قائم کیا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:

"هذا فصل عظیم النفع جدا، وقع بسبب الجهل به غلط عظیم علیٰ الشریعة، وهی عدل کلها ورحمة کلها ومصالح کلها و حکمة کلها، فکل مسألة خرجت من العدل الیٰ الجور وعن الرحمة الیٰ ضدها وعن المصلحة الیٰ المفسدة و عن الحکمة الیٰ العبث فلیست من الشریعة".

یعنی ''یہ ایک عظیم فائدے کی حامل بحث ہے، جس سے ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بڑی سنگین غلطیاں ہوئی ہیں، شریعت سراپا عدل سراپا رحمت سراپا مصلحت اور سراپا حکمت ہے، لہٰذا جو مسئلہ بھی (حالات کی تبدیلی سے) عدل سے نکل کر ظلم کی حدود میں داخل ہوگیا یا رحمت سے اس کی ضد بن گیا یا مصلحت سے مفسد بن گیا یا حکمت سے عبث وبے فائدہ ہوگیا تو اب وہ شریعت نہیں رہا۔''

اس کے لئے ضروری ہے کہ تبدیلی فتویٰ کے اسباب واصول پر ایک کتاب مرتب کی جائے اور اس کو افتاء کے نصاب کا حصہ بنایا جائے، ہمارے یہاں اس سلسلے میں اچھا علمی کام سامنے آرہا ہے، مگر ان چیزوں کے لئے فتویٰ کے نظام و نصاب میں نفوذ کی راہیں اکثر مسدود رہتی ہیں، نہایت ادب اور اختصار کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ اس کے جہاں اور بہت سے وہ اسباب ہیں جن کا تعلق جمود، حالات اور فتنوں کے کم شعور اور مسلکی حساسیت سے ہے، وہیں ان حلقوں کے مخصوص تحفظ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ماحول میں تجدد پسندی اور مغرب پرستی کی کیسی ایمان سوز تحریکیں مستقل سرگرم ہیں، جن سے ان کو بجا طور پر تحریف دین کا خطرہ ہے، یہ خطرہ حقیقی اور سنگین ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ان تحفظ پسند حلقوں کی اس کیفیت کے جائز اسباب بھی ہیں، ماضی کے تجربات اور حال کے اندیشے ان کے لئے لگاتار تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں، ان اندیشوں کو دور کرنے کی بھی سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے اور جب تک ان خطرات سے تحفظ یقینی نہ ہو، احتیاط وورع ہی نہیں، سلامتی بھی اسی تحفظ پسند سوچ میں ہے کہ ''درپے دنیا دیں ہم رفت'' نہ ہو۔☆